سانحہ کربلا کا ذمہ دار کون

یہ تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ سانحہ کربلا یزید کے دورِ سیاہ میں ہی رونما ہوا تھا اور یہ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا اور یزید کی بھرپور کوشش تھی کہ سیدنا حسین علیہ السلام سے بیعت لی جائے۔

حامیانِ یزید ہوں یا مخالفینِ یزید سب تسلیم کرتے ہیں کہ سیدنا حسین علیہ السلام کو حجاز میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ ان مسلمہ حقائق کے علاوہ کچھ قرائن بھی ہیں جنہیں ان مذکورہ بالا حقائق سے ملایا جائے تو قاتل کا تعین کرنا مشکل نہیں رہتا۔ قاتل نے اگرچہ اپنے سفاک چہرے پر گریہ زاری و تاسف کے دبیز اور متاثر کن پردے ڈال رکھے ہیں۔

مذکورہ حقائق اور قرائن اس کے مکروہ سفاک چہرے کو بے نقاب کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ ان حقائق و قرائن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خالی الذہن ہو کر غور و فکر سے کام لیا جائے تو قاتل یزید ہی قرار پاتا ہے۔

■ یزید ناصبی یعنی اہلِ بیت کا دشمن تھا۔ اکابرینِ اسلام نے واضح طور پر لکھ دیا ہے۔ فنِ رجال کے مشہور امام علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دو ٹوک الفاظ میں فیصلہ سنا چکے ہیں۔

"کان ناصبیا فظا غلیظا جلفا"

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص37)

یزید اہلِ بیت کا دشمن تھا۔ سنگ دل اور بد اخلاق بھی تھا۔

قارئین کرام:۔

تصور کیجئے کہ ایک پتھر دل شخص تختِ حکومت پر بیٹھا ہوا ہے۔ ملک کے حساس ترین شہر کے لوگ اس کے مخالف سیاسی لیڈر کو اس کی جگہ تختِ حکومت پر بٹھانا چاہتے ہیں۔

غور فرمائیں ! ایسا سنگ دل حکمران اپنے مخالف لیڈر جس کے ساتھ اسے دشمنی بھی ہے۔ کس طرح کے احکامات جاری کرے گا؟

یزید حضرت حسین علیہ السلام سے انتہائی بغض رکھتا تھا۔ نہایت سنگ دل بھی تھا۔ سیدنا حسین علیہ السلام کو اہلِ کوفہ اور حجاز کے لوگ یزید کی جگہ خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ان حالات میں کیا ممکن تھا۔ کہ یزید سیدنا حسین علیہ السلام کے بارے میں کوئی نرم رویہ اپناتا؟

■ تاریخ انسانیت کی المناک و شرمناک حقیقت ہے۔ کہ اِس انسان نے اپنے مفاد کی خاطر کتنے ہی مقدس رشتے پامال کر ڈالے۔ ہابیل کا اپنے ہی بھائی قابیل کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جانا کیا تاریخِ آدمیت کی ناقابلِ تردید حقیقت نہیں؟ کیا اس انسان نے حکومت و اقتدار کی خاطر اپنے ہی بھائی کا خون نہیں چاٹا؟ کیا چند مرلے کے پلاٹ کی خاطر ظالم

بیٹے نے باپ کے بوڑھے نحیف و لاغر جسم کو کلہاڑیوں و برچھیوں کے ذریعے اس جہان سے رخصت نہیں کیا؟

یاد رہے۔ یہ تخت و اقتدار چیز ہی ایسی ہے۔ جسے جابر حکمران مظلوم کے خون سے مضبوط کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔یزید بھی ایک عام انسان تھا۔ وہ کوئی ایسا شخص تو نہیں تھا جس کے تقویٰ و طہارت کی گواہی قرآن نے دی ہو اور نہ ہی وہ اس امت کے برگزیدہ اولیاء میں سے تھا۔یزید ان صاحبانِ اقبال میں سے بھی نہیں جن کے دلوں کی شفافیت و نورانیت کا قرآن نے ان الفاظ میں تذکرہ کیا تھا۔

"أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم"

یزید اس مقدس خاندان سے بھی تعلق نہیں رکھتا۔ جس کی طہارت و قدوسیت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن نے اعلان کیا تھا۔

"ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرا"

اگر ایسا ہوتا تو ہم کہہ دیتے لوگو! یزید کو عام انسانوں پر قیاس مت کرو۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے رذائل سے محفوظ رکھا ہے۔

اے صاحبانِ بصیرت جب طے ہو گیا۔ کہ یزید کے ایمان و طہارت کی گواہی رب العالمین نے نہیں دی تو ثابت ہو گیا۔ یزید عام انسانوں کی طرح کا ہی ایک انسان ہے۔ لہٰذا جس ترازو پر عام انسان کو تولا جاتا ہے۔ اُسی ترازو پر یزید کو بھی تولا جائے گا۔ جن قرائن کی بنیاد پر کسی عام انسان کو قاتل قرار دیا جاتا ہے۔ انہیں قرائن کی بنیاد پر یزید کو بھی قاتل قرار دیا جائے گا۔

■ آج کے دور میں اگر وزیرِ اعظم اپنے ماتحت کسی وزیر یا افسر کو اپنے کسی سیاسی مخالف لیڈر کی تحریک کچلنے کی ذمہ داری سونپ دے۔ اور اس کے حکم پر ذمہ داری سنبھالنے والا وزیر

یا افسر مخالف لیڈر کو قتل کر دے۔ ذمہ دار کون ہو گا؟ وزیرِ اعظم اور اس کے حکم پر کاروائی کرنے والا دونوں یا صرف کاروائی سر انجام دینے والا حکومت کے ماتحت افسر؟

آپ نے جو فیصلہ دیا ہے۔ اسے ذہن میں رکھتے ہوئے۔ کربلا کی طرف چلیں۔ دیکھئے! وہاں ایک قیامتِ صغریٰ بپا ہے۔ یزید کی طرف سے مقرر کردہ گورنر جسے کوفہ کی بدلتی ہوئی صورتِ حال کے پیشِ نظر کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا ہے۔ اس کی بھیجی ہوئی فوج خانوادہ رسالت کا بے دردی سے قتلِ عام کر رہی ہے۔ بولئے یہاں صرف ابنِ زیاد کو مجرم قرار دیا جائے گا یا اس کے ساتھ ساتھ یزید کو بھی؟؟؟

■ اگر وزیرِ اعظم اپنے گورنر کے ذمے لگائے۔ کہ ہمارا فلاں سیاسی مخالف روز بروز طاقت پکڑتا جا رہا ہے۔ وہ بغاوت بپا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے باغیانہ اقدام کا تدارک کیا جائے۔ تو

وہ گورنر مذکورہ سیاسی لیڈر کو قتل کروادے اور وہ شخصیت بھی ایسی ہو۔ جس کے قتل سے وزیرِ اعظم پر لعن و طعن کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو سکتا ہو۔ بتایئے ! وزیر اعظم اُس گورنر سے بازپرس نہیں کرے گا؟

کیا وہ اُسے اُس کے منصبِ گورنری سے معزول کرے گا یا اُسے بحال ہی رہنے دے گا؟ آپ نے جو فیصلہ دیا ہے۔ اسے ذہن میں لیے ایک بار پھر کربلا کے خونی مناظر پر نظر دوڑائیں۔ یزید کا گورنر صحرائے کربلا میں تاریخِ انسانیت کا بدترین ظلم روا رکھتے ہوئے خاندانِ رسالت کی لاشیں گرا رہا ہے۔ یہ انسانیت سوز ظلم کرتے کرتے عالمِ اسلام کی ممتاز ترین شخصیت اور شخصیت بھی ایسی جس کے قتل سے۔ یزید بدنام ہو سکتا ہے۔ اسے بھی قتل کر دیتا ہے۔ لیکن یزید نہ تو اسے کوئی سزا دیتا ہے اور نہ ہی اسے اس کے عہدے سے معزول کرتا ہے۔ حالانکہ اسے بخوبی اندازہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے

میرے بارے میں طرح طرح کے سوالات لوگوں کے ذہنوں میں اُٹھ رہے ہیں اور مجھے بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔حالانکہ اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ قاتلوں کو عبرت ناک سزائیں دے کر اپنے اوپر لگنے والے اس مکروہ دھبے کو دھو ڈالے۔ لیکن یزید پھر بھی اپنے گورنر کو جس نے (بقول حامیانِ یزید) اُس کے حکم کے بغیر اپنی من مانی کرتے ہوئے حضرت حسین ﷛ کو شہید کیا ہے۔ ذرا بھر بھی سزا نہیں دیتا۔ بتلایئے ! اصل قاتل کون ہے؟؟

■ قاتل کا پتہ چلانے کے لیے جب تفتیش کی جاتی ہے۔ تو تفتیش کرنے والے اس نکتہ کو بھی مدِ نظر رکھتے ہیں۔ کہ قتل سے فائدہ کس کو پہنچا ہے۔

برادرانِ اسلام ! اس نکتہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اچھی طرح سوچئے اور پھر بتایئے کہ سیدنا حسین ﷛ کے قتل سے دنیاوی طور پر فائدہ کس کا ہوا؟ اور یہ بھی یاد رہے۔ سیدنا حسین ﷛

سلطنتِ یزیدیہ کے لیے سب سے بڑا اور مستقل خطرہ تھے۔ لہٰذا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہی سے سلطنت یزیدیہ پر منڈلاتے خطرات ٹل سکتے تھے۔

■ اصل قاتل معلوم کرنے کے لیے جب تفتیش کا دائرہ کار بڑھایا جاتا ہے۔ تو اس نکتہ کو بھی بنیاد بنایا جاتا ہے کہ مقتول کی مخالفت کس سے تھی۔

قارئین کرام! اس بات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو قاتلین کی فہرست میں یزید پلید نمایاں نظر آتا ہے۔ کیونکہ یزید اور سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا اختلاف تاریخ اسلام کا ناقابلِ تردید باب ہے۔ اس بارے میں حامیانِ یزید کی ایک دو نہیں بلکہ بیسوں ایسی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ جن میں انھوں نے سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کو باغی قرار دے کر نعوذ باللہ واجب القتل قرار دیا ہے۔ وکلائے یزید کے ہاں سیدنا حسین علیہ السلام کا قتل

جائز ہے تو ان کے پیرو مرشد یزید کے ہاں سیدنا حسین علیہ السلام کا قتل کیونکر ناجائز ہو گا۔

■ مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

قارئین کرام ! اب ہم ایک فیصلہ کن بات ذکر کرتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں۔ کہ سلیم الطبع انسان کے لیے قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا تعین کرنے کے لیے ان شاءاللہ کافی ثابت ہو گی۔ یہ عبارت اُس مصنف کی ہے جسے حامیانِ یزید اپنا روحانی پیشوا و امامِ زماں سمجھتے ہیں۔ موصوف نے یزید کے دفاع میں ایک رسالہ بنام "رسوماتِ محرم الحرام اور سانحہ کربلا" تصنیف کیا ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ 103 پر یزید کی پرُزور وکالت و حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت کا جو مسئلہ سامنے آیا۔ جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمیت صرف چار اشخاص نے اختلاف کیا۔ ان میں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے

مدینے میں بیعت لینے کا مطالبہ کیا گیا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو موخر کر دیا۔ پھر وہاں سے مکہ تشریف لے گئے۔مکہ میں بھی ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ گویا دونوں شہروں میں ان کے وقار واحترام کو ملحوظ رکھا گیا۔ ان پر کسی قسم کی سختی کی گئی نہ ہی ان سے کوئی بازپرس ہی ہوئی۔ نرمی اور عزت و احترام کا یہ معاملہ یزید کی اجازت یا رضا مندی کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

قارئین کرام!

اب فیصلہ آپ نے دینا ہے۔ اگر مکہ، مدینہ کے گورنروں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جو نرمی اور عزت و احترام والا انداز اپنایا یہ اگر یزید کی اجازت و رضامندی کے بغیر ممکن نہیں تو گورنرِ کوفہ ابنِ زیاد کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینا کیا یزید کی رضامندی و اجازت کے بغیر ممکن ہے؟ سچ ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

گھر کی گواہی

سنابلی ہندوستانی نے "المعجم الکبیر" کی ایک روایت ذکر کی ہے۔ جسے اس نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہی روایت اس کے مرشدِ اعظم یزید کو مجرم ثابت کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"عن طاوس قال : قال ابن عباس : استأذنني حسين في الخروج ، فقلت : لولا أن يزري ذلك بي أو بك لشبكت بيدي في رأسك ، قال : فكان الذي رد علي، أن قال:" لأن أقتل بمكان كذا وكذا أحب إلي من أن يستحل بي حرم الله ورسوله "، قال : فذلك الذي سلى بنفسي عنه"

(المعجم الکبیر ج3 ص199)

قارئین کرام:۔ بجائے اس کے کہ درج بالا روایت کا ترجمہ ہم خود کریں سنابلی ہندوستانی کا کیا ہوا ترجمہ تحریر کردیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کوفہ روانگی کی اجازت طلب کی۔ تو میں نے کہا، اگر میری اور آپکی شان کے خلاف نہ ہوتا تو میں آپ کو مضبوطی سے پکڑ رکھتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس پر حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کہ میں فلاں فلاں مقام پر قتل کر دیا جاؤں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے۔ کہ میری وجہ

سے مکہ کی حرمت پامال ہو۔ عبداللہ بن عباس ﷠ کہتے ہیں کہ یہ بات کہہ کر حسین ﷜ نے مطمئن کر دیا۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص 863-864)

قارئینِ کرام خط کشیدہ کلمات دوبارہ پڑھیے۔ کیا یہ الفاظ پکار پکار کر اصل مجرم کا چہرہ بے نقاب نہیں کر رہے؟ اور ناصبیوں کے اس دعوے کو کہ "قاتل صرف اور صرف کوفی ہی تھے" یکسر باطل ثابت نہیں کر رہے؟۔

بات واضح ہے کہ مکہ میں حکومت کوفیوں یا سبائیوں کی نہیں تھی بلکہ ناصبیوں کے پیرو مُرشد یزید بن معاویہ کی تھی۔ لہٰذا مکہ میں جو بھی کاروائی ہونی تھی وہ بحکمِ یزید ہی ہونی تھی۔ باالفاظ دیگر جو کاروائی اُس خبیث نے میدانِ کربلا میں کروائی وہ حضرت حسین ؑ کو مکہ میں ہوتی نظر آ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے کرام اور محدثینِ عظام نے یزید کو برملا طور پر سانحہ کربلا کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

چنانچہ دیکھئے

- نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا "فتاویٰ نذیریہ ج ا ص 227"
- علامہ صدیق الحسن خان بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ کی بغیۃ الرائد ص 98
- علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ بخاری کی شرح تیسر الباری ج 5 ص 90 مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
- عبدالاول غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشکاۃ شریف ج 4 ص 78 مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ مسجد باغ والی سانگلہ ہل

(نوٹ: عصرِ حاضر کے نواصب نے جو ایڈیشن شائع کیا ہے بدیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے اُس میں سے یہ عبارت نکال دی ہے)

- قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کی تفسیر مظہری ج 6 ص 554
- جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تاریخ الخلفاء ص 182
- علامہ محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی ج 19 ص 153
- امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جمھرۃ انساب العرب ص 49
- سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح عقائد نسفیہ ص 117

- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح تراجم بخاری ص 23
- شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اشعۃ اللمعات ج4ص343
- علامہ صالح بن مہدی مقبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب العلم الشامخ ص368
- علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ارشادالساری ج5ص104

نوٹ : ہم "ایامِ یزید" میں اصل عبارات ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا جو قارئین اصل عبارات ملاحظہ کرنا چاہتے ہوں وہ "ایامِ یزید " کے باب " کیا یزید سانحہ کربلا کا ذمہ دار ہے " کا مطالعہ فرمائیں۔

◙ سیدنا سلیمان بن صرد ؓ کا یزیدی فوج کے خلاف اٹھنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یزیدی لشکر ہی قاتل تھا۔

سلیمان بن صرد ؓ کون تھے؟

قارئین کرام نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان بن صرد ؓ کا تعارف کروادیا جائے۔

حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں۔

"هو صحابی جلیل"

آپ ؓ جلیل القدر صحابی تھے۔

(البدایہ والنھایہ ج8 ص271)

"كان اسمه يسار فغيره النبی ﷺ"

آپ ؓ کا نام یسار تھا۔ نبی ﷺ نے سلیمان نام رکھا۔

(الاصابہ ج3ص172، المحبر ص291)

"فلما قبض رسول اللہ تحول الی الکوفة فنزلها شهد مع علی رضی اللہ عنه الجمل و صفین"

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی تو کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ جنگ جمل و صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

(المحبر ص921، الاعلام ج3ص128)

"له روایة یسیرة"

آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ روایات بھی مروی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج3ص394)

علامہ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"کان ممن کاتب الحسین"

آپ رضی اللہ عنہ ان افراد میں سے ہیں۔ جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے تھے۔

"کان خیرا فاضلا" صاحب خیر اور فاضل تھے۔

(الاصابہ ج3ص172)

"كان دينا عابدا" دین سے انتہائی لگاؤ رکھنے والے اور عبادت گزار تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج3 ص95)

تحریکِ توابین کے سرکردہ امراء کا مختصر تعارف:

صخر بن حلال المزنی رحمۃ اللہ علیہ:۔

"المزنی تابعی کان شجاعا، بطلا نقم علی عبیدالله بن زیاد قتله الحسین نخرج مع التوابین من اهل الکوفة، وزعیمهم سلیمان بن صرد فقاتل بنی امیة حتی قتله"

صخر بن حلال المزنی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے شجاع اور دلیر تھے۔ عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تھا۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر سخت ناراض تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی توابین کی معیت میں سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت نکلے۔ بنو امیہ سے جنگ لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(الاعلام از زرکلی ج2 ص203)

سیدنا عبداللہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ

"عبدالله بن سعد بن نفیل الازدی من ازد شنوءة احد

رؤساء الكوفة وشجعانها خرج مع سليمان بن صرد خمسة الاف رجل يقال لهم التوابون"

آپ رحمۃ اللہ علیہ ازد شنوءۃ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ کوفے کے سرداروں اور بہادر ترین افراد میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی معیت میں توابین کے اس لشکر کے ساتھ نکلے۔ جو پانچ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

(الاعلام ج4ص89)

کرب الحمیری رحمۃ اللہ علیہ :۔

"تابعی من الشجعان السادة کان مقیما بالکوفة وخرج مع سلیمان بن صرد الخزاعی لقتال بنی امیة انتقاما للحسین بن علی شهد الحروب وقاتل حتی قتل"

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ بہادر ترین سرداروں میں سے تھے۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی معیت میں بنو امیہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کی غرض سے نکلے، لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہوگئے۔

(الاعلام ج5ص221)

المسیب بن نجبہ رحمۃ اللہ علیہ :۔

"المسیب بن نجبة بن ربیعة بن ریاح الفزاری تابعی کان راس قومه شهد القادسیة وفتوح العراق وکان مع علی فی مشاهده و سارا مع التوابین من اهلها فی طلب دم الحسین وکان شجاعا بطلا وکان متعبدا ناسکا"

آپ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنی قوم کے رئیس تھے۔ قادسیہ اور عراق کی دیگر فتوحات میں شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی ساتھ ساتھ رہے۔ بڑے شجاع ، بہادر اور عبادت گزار انسان تھے۔

(الاعلام ج7ص225)

جلیل القدر صحابی کی زیرِ قیادت تابعین کرام کا ایمان افروز خروج

ربیع الثانی 65 ہجری کا چاند دیکھتے ہی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اپنے نامور ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ وادی نخیلہ پہنچ کر

حکیم بن منقذ الکندی اور ولید بن الکنانی کو صدائے عام لگانے کے لیے مامور کیا۔ وہ کوفہ کی گلی کوچوں میں بآوازِ بلند اعلان کرنے لگے "یا لثا رات الحسین" اے حسین کا بدلہ لینے والو: آؤ۔

حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ھذانِ اول خلق اللہ دعوا یا لثارات الحسین"

یہ دونوں شخص وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے یہ نعرہ بلند کیا۔

(الکامل ج4ص175)

"نخیلہ" میں تین دن قیام کرنے کے بعد جب کوچ کا ارادہ کیا تو روانگی سے پہلے اپنے ہمراہیوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

"ایھاالناس من کان خرج یرید بخروجہ وجہ اللہ والاخرۃ فذالک منا ونحن منہ فرحمۃ اللہ علیہ حیا ومیتا ومن کان یرید الدنیا فواللہ ماناتی فیئا ناخذہ و غنیمۃ نغنمھا ما خلا

رضوان اللہ وما معنا من ذھب ولافضة ولا متاع وماھی الا سیوفنا علی عواتقنا وزادا قدر البلغة فمن کان ینوی غیرھذا فلا یصحبنا"

اے لوگو ! جو شخص رضائے الٰہی اور بروزِ قیامت سرخروئی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہ ہمارا ہے اور ہم اس کے ، تادمِ زیست اور بعد از موت اللہ کی رحمت کا اس پر نزول ہو۔ اور جو شخص حصولِ دنیا کی خاطر ہمارے ساتھ آیا ہے۔ بخدا ہم سوائے رضائے الٰہی کے کسی قسم کے مالِ غنیمت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ ہمارے پاس نہ سونا ہے اور نہ ہی چاندی، اور ہمارے پاس یہی تلواریں ہیں جو ہمارے کندھوں پر ہیں۔ اور بقدرِ ضرورت زادِ راہ ہے ۔لہٰذا حصولِ دنیا کی نیت رکھنے والا ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ لشکرِ توابین میں ہر طرف سے یہی صدا ابھری۔

"انا لا نطلب الدنيا وليس لها خرجنا انما خرجنا نطلب التوبة والطلب بدم ابن بنتِ رسول اللّٰہ نبینا"

ہم دنیا کے طلبگار نہیں اور نہ ہی حصولِ دنیا کی خاطر نکلے ہیں ہم صرف توبہ کے طلبگار اور نواسہ رسول ﷺ کے خونِ ناحق کا انتقام لینے نکلے ہیں۔

5 ربیع الثانی 65 ہجری کی شام روانہ ہو کر اہواز جا پہنچے۔ اہواز پڑاؤ کرنے کے بعد پھر رختِ سفر باندھا۔

علامہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"فانتهوا الى قبرالحسين فلما وصلوا صاحوا صيحة واحدة"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف چل پڑے۔ جب مرقدِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو سب کی چیخیں نکل گئیں۔

"فما رئى اكثر باكيا من ذلك اليوم"

جس قدر گریہ زاری وہاں ہوئی اس سے پہلے ایسی آہ وزاری کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔

"واقاموا عنده يوما وليلة يبكون و يتضرعون و يترحمون عليه واصحابه"

مرقدِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دن ایک رات اس طرح ٹھہرے کہ وہ روتے، گڑگڑاتے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے بارے میں دعائے خیر کرتے۔ قبرِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اللہ کے حضور بایں الفاظ فریاد کناں ہوتے۔

"اللهم انا نشهدك انا على دينهم وسبيلهم واعداء قاتليهم واولياء محبيهم وزادهم النظر اليه خنقا"

" اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم ان ہی کے دین پر ہیں۔ اور ان ہی نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔ ہم ان کے قاتلوں کے دشمن اور ان کے حب داروں کے دوست ہیں۔ اور جیسے ہی ان کی نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف اٹھتی۔ تو ان

کا جوشِ انتقام مزید بڑھ جاتا۔ پھر جب وہاں سے کوچ کا مرحلہ آیا تو

"کان الرجل یعود الی ضریحه کالمودع له فازدھم الناس علیه اکثر من ازدحامھم علی الحجر الاسود"

ہر آدمی حضرت حسین ؓ کی قبر کے پاس اس طرح آتا۔ گویا کہ الوادع کہہ رہا ہے۔ اس سے مرقدِ حسین ؓ کے پاس اس قدر ہجوم ہو گیا۔ کہ حجرِ اسود کے پاس بھی اتنا ہجوم نہیں ہوتا۔

(الکامل ج4 ص179)

سیدنا سلیمان بن صرد ؓ ہمراہیوں کے ساتھ پیش قدمی کرتے کرتے "عین الوردہ" جا پہنچے۔ وہاں عین الوردہ کی مغربی جانب پڑاؤ کیا۔ جیسے ہی اہلِ شام قریب پہنچے۔ آپ ؓ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے خطبہ دیا۔ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی ترغیب دلاتے ہوئے جہاد پر ابھارا۔ پھر

فرمایا۔ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تمھارے امیر المسیب بن نجبہ ہونگے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبداللہ بن سعد پھر اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر جائیں۔ تو عبداللہ بن وال اگر وہ بھی شہادت سے بہرہ مند ہو جائیں تو رفاعہ بن شداد امیر ہونگے۔

(البدایہ والنہایہ ج8 ص355)

ادھر اہلِ شام کی طرف سے حصین بن نمیر بارہ ہزار فوجیوں پر مشتمل بھاری لشکر کے ہمراہ آ پہنچا۔ اہلِ شام نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی دعوت دی۔ سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں نے جواباً کہا کہ تم مروان کی بیعت توڑ کر ابنِ زیاد کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم عراق سے ابنِ زبیر کے ساتھیوں کو بے دخل کر دیں گے۔ پھر ہم سب مل کر خلافت اہلِ بیت نبوی کی طرف منتقل کر دیں۔ فریقین میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے کی شرائط تسلیم نہ کیں۔ لشکرِ

سلیمان رضی اللہ عنہ کے میمنہ نے حصین بن نمیر کے میسرہ پر اور میسرہ نے ان کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ سیدنا سلیمان رضی اللہ عنہ لشکرِ مخالف کے قلب پر حملہ آور ہو گئے۔ اہلِ شام شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اصحابِ سلیمان برابر فتح یاب تھے کہ رات کی تاریکی چھا گئی

(الکامل ابنِ اثیر ج4 ص182)

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

صبح ہوئی تو ابنِ زیاد کی طرف سے ابن ذی الکلاع اٹھارہ ہزار سواروں کے ساتھ لشکرِ شام سے آملا۔ اُس روز ایسی خون ریز جنگ ہوئی کہ بوڑھوں، جوانوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ جب تیسرا دن ہوا تو ابنِ زیاد کی طرف سے ادھم بن محرز بھی دس ہزار شامیوں کے لشکر کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا۔ اہلِ شام نے اصحابِ سلیمان رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

(البدایہ والنہایہ ج8ص356)

سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے اترے۔ باآوازِ بلند پکارا۔

"عبادالله من اراد البکور الی ربه والتوبة من ذنبه فالی"

اے اللہ کے بندو! تم میں سے جو شخص صبح سویرے (جامِ شہادت نوش کر کے) اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہتا ہے۔ تو میری طرف چلا آئے۔ یہ کہہ کر تلوار کی میان توڑ ڈالی۔ یہ دیکھ کر ہمراہیوں نے بھی اپنی میانیں توڑ ڈالیں۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ ہو کر اہلِ شام پر ٹوٹ پڑے۔ شامیوں کی اچھی خاصی تعداد قتل ہو گئی اور بہت سے شامی شدید زخمی ہو گئے۔ حصین بن نمیر نے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں کا صبر و استقلال اور دلیری دیکھ کر اپنے تیر اندازوں کو بھیجا۔ وہ نہایت شدت کے ساتھ تیر برسانے لگے۔ ابنِ زیاد کے سواروں اور پیادوں نے اصحاب سلیمان رضی اللہ عنہ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ سلیمان بن صرد

ﷺ شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ انھیں یزید بن حصین نے تیر مارا تھا۔

"فوقع ثم وثب ثم وقع"

چنانچہ آپ ﷺ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، پھر اٹھے پھر گرِ گئے۔ حضرت سلیمان بن صرد ﷺ کی شہادت کے بعد مسیب بن نجبہ ﷺ نے علم اٹھا لیا۔ سلیمان بن صرد ﷺ کے حق میں دعائے رحمت کی۔ آگے بڑھے حملہ کیا۔ کچھ دیر بعد واپس آگئے۔ پھر حملہ آور ہو گئے۔ بار بار ایسا ہی کیا۔

لشکرِ مخالف کے بہت سے افراد کو تہہ تیغ کرنے کے بعد جامِ شہادت نوش کر گئے۔ المسیب بن نجبہ ﷺ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن سعد ﷺ نے جھنڈا اٹھا لیا۔ ابنِ صرد ﷺ اور ابنِ نجبہ ﷺ کے حق میں دعائے خیر کی پھر قرآنِ پاک کی یہ آیت پڑھی۔

"فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر"

آپ ؒ کے ازدی ہمراہی آپ ؒ کے ارد گرد جمع ہو کر دشمن سے برسر پیکار ہو گئے۔اس دوران سعد بن حذیفہ ؒ کی طرف سے بھیجے ہوئے تین سوار آئے اور کہنے لگے۔ کہ ہمارے پیچھے اہلِ مدائن کے تین سو ستر افراد آ رہے ہیں اور مثنی بن العبدی بصرہ سے تین سو افراد کے ساتھ آ رہے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن سعد ؒ کے ساتھی خوش ہو گئے۔ مگر آپ ؒ کہنے لگے۔

"لو جاؤونا ونحن احیاء"

کاش ہمارے زندہ رہنے تک وہ آ جاتے۔

(الکامل ج4ص184)

حافظ ذہبی ؒ رقم طراز ہیں

ابنِ زیاد کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تین دن نہایت شدت کے ساتھ لڑائی جاری رہی۔فریقین کی کافی تعداد قتل ہو گئی۔توابین کی کافی تعداد شہید ہو گئی اور ان کے چاروں

امیر " سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ، مسیب بن نجبہ، عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن وال رحمۃ اللہ علیہم بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ جنگ عین الوردہ کے مقام پر 65 ہجری میں لڑی گئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج3 ص395)

﴿اہلِ نظر سے چند سوالات﴾

اگر لشکرِ یزید سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل نہیں تھا۔ قاتل صرف کوفی ہی تھے۔ جیسا کہ حامیانِ یزید اکثر کہتے رہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور ہزاروں جلیل القدر تابعین کرام یزیدی جرنیل ابنِ زیاد سے انتقام لینے کے لیے کیوں نکلے؟

اگر لشکرِ یزید قاتل نہیں تو پھر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہو گا۔ انھوں نے یزیدی سپہ سالار کے خلاف خروج کر کے کیا ظلم و زیادتی کی راہ اپنائی تھی؟

نعوذ باللہ